تبصرہ کتب

تبصرہ نگار
محمد رمضان یوسف سلفی

داستان غم

مصنف ...... غازی محمود دھرم پال بی اے

صفحات 1280 قیمت 1100 روپے

ملنے کا پتہ مکتبہ ناصریہ پریس مارکیٹ زین العابدین پلازہ امین پور بازار فیصل آباد 0333-6507291

غازی محمود دھرم پال اپنے دور کی عظیم المرتبت شخصیت تھے۔ وہ 1882ء میں ضلع ہوشیار پور (بھارت) کے نواحی گاؤں بہنو میں پیدا ہوئے اور مارچ 1960ء میں لاہور میں وفات پائی۔ ان کے والد میاں محمد گاؤں کی مسجد کے امام تھے۔ جو بچوں کو قرآن پڑھاتے اور حدیث کی تعلیم دیتے۔ خود بھی عامل حدیث تھے۔ نماز میں رفع الیدین کرنے اور آمین بالجہر کہتے۔ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کی بجائے موحد کہلاتے تھے۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریک جہاد سے ان کا خاص تعلق تھا۔ لکھوی اور غزنوی علماء کا ان کے ہاں اکثر آنا جانا رہتا اور سرحد پار سے بھی ان کے ہاں تحریک کے افراد کی آمد ورفت رہتی اور وہ ان کی دامے درمے مدد فرماتے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب کی اس گاؤں میں شادی ہوئی تھی ان کی بھی اس گاؤں میں آمد ورفت رہتی ان سے بھی میاں محمد کے مراسم قائم تھے۔ میاں صاحب کی اسلام دوستی، عمل بالحدیث اور صالحیت کے باعث گاؤں کے لوگ ان کا بے حد احترام کرتے اور انہیں غائت درجہ عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔ ان عالم دین کے چھوٹے بیٹے عبدالغفور جنہوں نے بعد میں غازی محمود دھرم پال کے نام سے ہندوستان کے مذہبی حلقوں میں شہرت دوام حاصل کی۔ بچپن ہی سے نہایت ذہین وفطین اور لائق تھے۔ اور انہوں نے اپنی علمی استعداد سے بڑوں بڑوں کے دل موہ لئے تھے۔ ان کی زندگی حرکت وعمل اور عجیب وغریب حادثات کا مجموعہ تھی۔ غازی صاحب نے ابتدائے عمر میں کسی مولوی کا مبالغہ آمیز وعظ سنا اور غیر معمولی عبادت وریاضت میں مستغرق ہو گئے لیکن جب حسب منشاء نتائج برآمد نہ ہوئے تو مذہبی تحقیقات میں ایسے الجھے کہ 1903 میں آریہ مذہب میں داخل ہو کر اسلام کے خلاف کئی زہریلی کتب لکھیں۔ ان کی ان تحریروں کا ترکی بہ ترکی منہ توڑ جواب مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ترک اسلام اور دیگر رسائل کی صورت میں دیا۔ اس دور کے ان دونوں بزرگوں کے قلمی معرکے پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک موقع پر جب مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا غازی صاحب سے آمنے سامنے ٹاکرہ ہوا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا تھا۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

کچھ عرصہ بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سچ ثابت ہوئی اور غازی صاحب 1914ء کے پس وپیش اپنی تحریر کردہ گیان پرکاش کے جواب میں حضرت مولانا قاضی سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کا چالیس صفحات پر مشتمل خط جس میں ان کے ہر اعتراض کا مسکت اور شافی جواب تھا پڑھ کر دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔

اسلام سے دوری کے ایام میں انہوں نے جس قدر اسلام کے خلاف کتب لکھی تھیں انہیں جلا کر خاک کر دیا اور پھر وہ اسلام کے ایک عظیم سپاہی کے طور پر سامنے آئے اور انہوں نے اسلام کے دفاع اور نبی کریم کی ناموس کے تحفظ میں آریہ ہندوؤں کے خلاف تحریری وتقریری طور پر بے مثال جنگ لڑی اور متعدد کتب لکھ کر بہترین کفارہ ادا کیا۔ غازی صاحب اپنی شخصیت کی دلربائی، علمی تبحر، دل آویز اور جاذب نظر اسلوب نگارش اور خوبصورت انداز تکلم کے باوصف مذہبی حلقوں میں ذوق وشوق سے پڑھے اور سنے جاتے تھے۔ غازی صاحب اردو، انگریزی، ہندی، سنسکرت اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ بلاشبہ غازی محمود دھرم پال نے تقسیم ملک سے پہلے اسلام کے دفاع میں بڑا کام کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کی ہندو مذہب کے خلاف اس تبلیغی مساعی کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ غازی صاحب کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے ماضی قریب میں پروفیسر سراج نظامی نے سیارہ 'ڈائجسٹ' میں مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے پہلے ہفت روزہ الاعتصام لاہور پھر اپنی کتاب ہفت اقلیم اور مولانا ابوعلی اثری نے چند رجال اہل حدیث میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ غازی صاحب کی اپنی تحریر کردہ آپ بیتی بھی ہے جو داستان غم کے نام سے موسوم ہے۔

اس میں انہوں نے اپنی زندگی کے تمام گوشوں کو خوبصورتی سے قلم بند کیا ہے۔ اسلام سے دوری اور دوبارہ آغوش اسلام میں آنے کی تفصیل کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اپنے خانگی حالات سے لے کر ملکی و مذہبی حالات اس خوبصورتی سے احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں کہ قاری غازی صاحب کی تحریر میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ آپ بیتی دلچسپ اتنی کہ اسے ایک نشست میں ہی پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ بلاشبہ یہ آپ بیتی اپنے دامن میں ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ اس کے مطالعہ سے اس دور کے مذہبی حالات اور مسلم ہندو کش مکش سے بھی آگاہی ملتی ہے "داستان غم" کا یہ نقش ثانی ہے جسے غازی صاحب مرحوم کے صاحبزادے محترم منصور محمود صاحب نے نہایت خوبصورت شائع کر دیا ہے اور اس میں غازی صاحب کے بعض قلمی خطوط کا عکس، گیان پرکاش اور اس کے جواب میں قاضی سلیمان صاحب کا خط بھی شامل کر دیئے ہیں۔ غازی صاحب کوئی مفتی یا فقیہہ نہ تھے اس لئے بعض مسائل میں انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور ان مسائل میں ہم ان سے ہم آہنگ نہیں ہیں اور وہ ان کے ذاتی اجتہادات ہیں۔ برصغیر کی مذہبی تحریکوں اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ معلوماتی کتاب ہے۔ کتاب اعلیٰ کاغذ خوب صورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کی خوبیوں سے مزین ہے۔